ازعدالت عظمیٰ

نروتم کشور دیو ورما اور دیگران

بنام

یونین آف انڈیا اینڈ ایندر

پی۔بی گجیندر گڈکر، سی جے، کے این وانچو، جے سی شاہ،
این راجگو پالا آیا نگر اور ایس ایم سکری، جے جے

سابق حکمران کے خلاف مقدمہ-مرکزی حکومت کی رضامندی کی ضرورت-آئینی جواز-کوڈ آف سول پروسیڈیور، 1908 (1908 کا ایکٹ 5)، دفعات۔87۔b-، 86-ہندوستان کا آئین، آرٹیکلس۔14۔19(1)(ف)۔

درخواست گزاروں نے کوڈ آف سول پروسیجر کی دفعہ 87 (b) کے تحت مرکزی حکومت کی رضامندی کے لیے درخواست دی تاکہ تریپورہ کے مہاراجہ، جو ایک سابقہ ہندوستانی ریاست کے حکمران ہیں، پر مقدمہ چلایا جا سکے، جو ہندوستان میں ضم ہو گیا ہے۔ وہ اس مقدمے میں فریق کے طور پر یونین آف انڈیا کو بھی گردانا چاہتے تھے کیونکہ ان کا معاملہ یہ تھا کہ وہ مشترکہ ہندو خاندان کے ارکان کے طور پر مذکورہ حکمران سے یا یونین سے مناسب دیکھ بھال الاؤنس حاصل کرنے کے حقدار تھے۔ رضامندی سے انکار ہونے کے بعد، انہوں نے اس عدالت میں درخواست دی۔ آئین کے آرٹیکل 32 کے تحت۔ ان کا معاملہ یہ تھا کہ سابقہ ہندوستانی ریاستوں کے حکمرانوں کو مقدمہ چلانے سے استثنیٰ دینے میں ضابطہ اخلاق کی دفعہ 87 (b) مرکزی حکومت کی رضامندی کے علاوہ آرٹیکلس کی خلاف ورزی تھی۔ 14 اور آئین کی دفعہ 19(1)(ف)۔

مانا گیا کہ اس عدالت کے پچھلے فیصلے کے پیش نظر کوڈ آف سول پروسیجر کی دفعہ 87(b) اب آئین کے آرٹیکل 14 کے تحت چیلنج کے لیے کھلی نہیں تھی۔

موہن لال جین بمقابلہ عزت مآب مہاراجہ شری سوائی مان سنگھ جی [1962] 1 ایس سی آر 702،حوالہ دیا گیا۔

ضابطہ اخلاق کی دفعہ 87(b) کے قانون سازی اور تاریخی پس منظر کے حوالے سے، یہ نہیں کہا جا سکتا کہ سابق حکمرانوں کو خصوصی سلوک دینے میں اس سیکشن نے درخواست گزار کے بنیادی حقوق پر غیر معقول پابندی عائد کی تھی۔ چونکہ سابق ہندوستانی ریاستوں سمیت پورے ملک کو ایک مرکزی حکومت کے تحت لانے کا واحد مقصد تھا، اس لیے اسے معقول اور عام لوگوں کے مفاد میں سمجھا جانا چاہیے۔

لیکن قانون کے سامنے مساوات کے بنیادی اصول کی روشنی میں اس سیکشن کو آنے والے ہر وقت کے لیے متوقع طور پر جاری رکھنے کی اجازت دینا عجیب ہوگا۔اس لیے مرکزی حکومت اس بات پر غور کرے گی کہ آیا اسے 26 جنوری 1950 سے پہلے کے لین دین اور لین دین تک محدود نہیں رکھا جانا چاہیے۔

نہ ہی اس سیکشن کو دعووں کو دبانے کے لیے استعمال کیا جانا چاہیے سوائے اس کے جو واضح طور پر دور کی بات ہے یا فضول ہے اور رضامندی عام طور پر اگر نہیں تو کسی حقیقی تنازعہ کی صورت میں دی جانی چاہیے جو پہلی نظر میں عدالت کے ذریعے قابل سماعت معلوم ہوتی ہے جیسے کہ موجودہ تنازعہ۔

اصل حد اختیار: 1962 کی تحریری درخواست نمبر 87۔

بنیادی حقوق کے نفاذ کے لیے ہندوستان کے آئین کے آرٹیکل 32 کے تحت درخواست۔

درخواست گزار کی طرف سے ایس ایس شکلا۔

این ایس بندرا اور آر ایچ دھبر، مدعا علیہ نمبر 1 کے لیے۔

ایم سی سیتلواڈ اور ڈی این مکھرجی، مدعا علیہ نمبر 2 کے لیے۔

6 مارچ 1964 ۔عدالت کا فیصلہ اس کے ذریعے دیا گیا

گجیند رگڈکرسی ۔ جے. - آئین کے آرٹیکل 32 کے تحت دائر ایک رٹ پٹیشن ہے جس کے ذریعے آٹھ درخواست گزاروں نے کوڈ آف سول پروسیجر کی دفعہ 87(b) کے جواز کو چیلنج کیا۔ان درخواست گزاروں کا دعوی ہے کہ وہ اور مدعا علیہ نمبر 2، عزت مآب مہاراجہ کیرت وکرم کشور دیب ورمن، دیا بھگا اسکول آف ہندو لا کے زیر انتظام ایک مشترکہ ہندو خاندان کے رکن ہیں۔ایک خاندانی رواج کے تحت جو، یہ الزام لگایا جاتا ہے، اس خاندان میں صدیوں سے رائج ہے، راج کے ساتھ ساتھ خاندان سے تعلق رکھنے والی زمیندار کی جائیدادیں ایک فرد کے پاس ہوتی ہیں اور خاندان کے دیگر افراد خاندان کی حیثیت کے مطابق دیکھ بھال کے حقدار ہوتے ہیں جس میں راج کے ساتھ ساتھ جانشینی کے عام اصول کے تحت زمیندار کی جائیدادیں بھی ہوتی ہیں جو کہ رائج ہے اور جو خاندانی رواج سے مطابقت نہیں رکھتا ہے۔خاندان کے سربراہ کو خاندانی رواج کے مطابق سردار کہا جاتا تھا اور اسے حکمران دیب برمن خاندان کے ارکان میں سے منتخب کیا جاتا تھا اور اسے گدی یا تخت پر بٹھایا جاتا تھا۔درخواست گزاروں نے مزید الزام لگایا کہ حکمران جب اس طرح منتخب ہوا اور قائم ہوا تو اس نے ریاست اور زمیندار کو تاعمر کرایہ دار قرار دیا جو حکمران خاندان کے افراد کی دیکھ بھال کے معمول کے اخراجات کے تابع تھا۔

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ، حکمران خاندان کے افراد کی دیکھ بھال کا الاؤنس حکمران ان کی حیثیت اور ان کے قانونی ساتھی کی ضروریات کی پرواہ کیے بغیر من مانی طور پر طے کرنے لگے، اور اس کی وجہ سے ان میں عدم اطمینان پیدا ہوا جس کے نتیجے میں مرحوم مہاراجہ بیر بکرم کی زندگی کے دوران ان کی طرف سے ایک سنگین تحریک اٹھائی گئی۔نتیجتاً، آخری حکمران مہاراجہ کیرت بکرم کی نابالغی کے دوران، ریجینسی آف ہر ہائینیس راج ماتا کے وقت، 20 جون 1949 کو ایک کمیٹی کو حکم دیا گیا تھا کہ وہ حکمران خاندان کے افراد کو ادا کیے جانے والے الاؤنس کے سوال پر غور کرے۔تاہم، اس سے پہلے کہ کمیٹی اپنی رپورٹ پیش کر سکے، ریاست تریپورہ ضم ہوگئی اور ہندوستان کا حصہ بن گئی اور چیف کام مشنری کے تحت ایک علیحدہ صوبے میں

تشکیل دی گئی۔

انضمام کے بعد، اس وقت کے چیف کمشنر مسٹر ہزارہ نے 12 اپریل 1951 کو وزارت مملکت کو ایک تجویز پیش کی، جس میں دیکھ بھال کرنے والوں کو ادا کیے جانے والے الاؤنس پر نظر ثانی کی سفارش کی گئی۔

وزارت ریاستوں نے اس تجویز کو قبول نہیں کیا اور دیکھ بھال کرنے والوں کے الاؤنس پر کل اخراجات میں کوئی اضافہ کرنے سے انکار کر دیا۔ یہ حکم 23 مئی 1951 کو منظور کیا گیا تھا۔ بعد میں، اس وقت کے عہدہ دار چیف کمشنر میجر چڑ جی نے کچھ مینٹیننس ہولڈرز کو ادا کیے جانے والے مینٹیننس الاؤنس کو بغیر کسی جواز کے روک دیا اور اس کی وجہ سے اس معاملے میں جانے کے لیے ایک اور کمیٹی کا تقرر کرنا پڑا، لیکن کمیٹی کبھی اس کے نتیجے میں کام نہیں کر سکی کہ مینٹیننس ہولڈرز کی اکثریت کی حالت دن بدن خراب ہوتی گئی۔ یہی وجہ ہے کہ موجودہ آٹھ درخواست گزار مناسب راحت کے لیے مدعا علیہ نمبر 2 کے خلاف مقدمہ دائر کرنا چاہتے ہیں۔ وہ یونین آف انڈیا کو بھی اس مقدمے میں فریق بنانا چاہتے ہیں، کیونکہ یہ ان کا معاملہ ہے کہ حکمران یا یونین آف انڈیا انہیں مناسب اور مناسب دیکھ بھال الاؤنس ادا کرنے کا ذمہ دار ہے۔

مدعا علیہ نمبر 2 کے خلاف مجاز عدالت میں مقدمہ دائر کرنے سے پہلے، درخواست گزاروں کو دفعہ 87 (b) سی پی سی کے تحت مرکزی حکومت کی منظوری حاصل کرنے کی ضرورت ہے، کیونکہ مدعا علیہ نمبر 2 مذکورہ دفعہ کے معنی میں سابق ہندوستانی ریاست کا حکمران ہے۔ اس طرح کی منظوری کے لیے درخواست گزاروں کی طرف سے کی گئی درخواست کو مرکزی حکومت نے مسترد کر دیا تھا۔ اس طرح موجودہ عرضی مذکورہ دفعہ کی صداقت کو چیلنج کرتے ہوئے دائر کی گئی ہے۔ درخواست گزاروں کا دعوی ہے کہ مذکورہ سیکشن الٹرا وایرس ہے، کیونکہ یہ آرٹیکلس کی خلاف ورزی کرتا ہے۔ 14 اور آئین کے 19 (1) (ف) اور اس طرح، اس

کی طرف سے مقرر کردہ سابقہ شرط جس میں کسی ہندوستانی ریاست کے حکمران کے خلاف مقدمہ دائر کرنے سے پہلے مرکزی حکومت کی سابقہ منظوری درکار ہوتی ہے، غلط اور عملی ہے۔ یہ موجودہ رٹ پٹیشن کی ابتدا ہے۔

اس رٹ پٹیشن کی سماعت میں، درخواست گزاروں کی طرف سے مسٹر شکلا نے منصفانہ طور پر تسلیم کیا کہ دفعہ 87(b)، سی پی سی کے جواز کو چیلنج، اس بنیاد پر کہ یہ آرٹیکل 14 کی خلاف ورزی کرتا ہے، اس عدالت کے موہن لال جین بمقابلہ عزت مآب مہاراجہ شری سوائی مان سنگھ جی (1) کے حالیہ فیصلے سے مسترد کر دیا گیا ہے۔ تاہم، انہوں نے یہ دلیل دینے کی کوشش کی کہ موہن لال جین (1) کے معاملے کا فیصلہ کرتے وقت عدالت کے سامنے مسئلے کے کچھ پہلوؤں پر زور نہیں دیا گیا تھا، اور اس لیے وہ چاہتے تھے کہ ہم اس سوال پر دوبارہ غور کریں۔ ہم نے مسٹر شکلا کو یہ دلیل اٹھانے کی اجازت نہیں دی ہے، کیونکہ ہم مطمئن ہیں کہ موہن لال جین کے معاملے میں فیصلہ نقطہ کو ختم کرتا ہے اور اس کی تجویز کے مطابق اس پر دوبارہ غور کرنا مناسب نہیں ہوگا۔ ہمیں یہ بھی شامل کرنا چاہیے کہ ہم مسٹر شکلا کی اس دلیل پر غور کر رہے ہیں کہ دفعہ 87(b)، سی پی سی، غلط ہے کیونکہ یہ آرٹیکل 19 (1) (ایف) کی خلاف ورزی کرتی ہے، اس بنیاد پر کہ موہن لال جین (') کے معاملے نے آرٹیکل 14 کے تحت مذکورہ دفعہ کے خلاف چیلنج کو درست طریقے سے پسپا کر دیا ہے۔

اس سے آرٹیکل 19 (1) (ایف) کے تحت چیلنج پر غور کیا جا سکتا ہے۔ اس نکتے سے نمٹنے کے لیے، دفعہ 87 بی کے تاریخی اور قانون سازی دونوں کے پس منظر کا جائزہ لینا ضروری ہوگا۔ دفعہ 87 (b) (1) میں کہا گیا ہے کہ دفعہ 85 اور ذیلی دفعات کی دفعات۔ (1) اور دفعہ 86 کا (3) کسی بھی سابقہ ہندوستانی ریاست کے حکمرانوں کے سلسلے میں لاگو ہوگا جیسا کہ وہ کسی غیر ملکی ریاست کے حکمران کے سلسلے میں لاگو ہوتے ہیں۔ دفعہ 87(B) (2) میں "سابق ہندوستانی ریاست اور حکمران" کی وضاحت کی گئی

ہے۔ان دفعات کا حوالہ دینا ضروری نہیں ہے، کیونکہ یہ مشترکہ بنیاد ہے کہ مدعا علیہ نمبر 2 دفعہ 87(b)(2) کے معنی میں سابق ہندوستانی ریاست کا حکمران ہے۔

دفعہ 87(b)(1) کے اثر کو سراہتے ہوئے اس پر غور کرنا ضروری ہے۔ .86 دفعہ 86 غیر ملکی حکمرانوں، سفیروں اور سفیروں کے خلاف مقدمات سے متعلق ہے۔ دفعہ 86(1) میں کہا گیا ہے کہ کسی بھی غیر ملکی ریاست کے حکمران پر کسی بھی عدالت میں مقدمہ نہیں چلایا جا سکتا جو بصورت دیگر مقدمے کی سماعت کرنے کے قابل ہو، سوائے مرکزی حکومت کی رضامندی کے جو اس سلسلے میں اس حکومت کے سکریٹری کی طرف سے تحریری طور پر تصدیق شدہ ہو۔شق 86(1) کے مقدمات کے اطلاق سے مستثنیٰ ہے جہاں غیر منقولہ جائیداد کے کرایہ دار ایسے حکمران پر مقدمہ کرنا چاہتے ہیں۔سیکشن 86(2) یہ بتاتا ہے کہ رضامندی کے ذریعہ مقرر کردہ۔86(1) یہ یا تو مخصوص مقدمات کے حوالے سے یا کئی مخصوص مقدمات کے حوالے سے، یا کسی مخصوص طبقے یا طبقات کے تمام مقدمات کے حوالے سے دیا جا سکتا ہے، اور اس کے لیے ضروری ہے کہ منظوری کسی بھی مقدمے یا مقدمات کے زمرے کی صورت میں اس عدالت کی وضاحت کرے جس میں حکمران کا استعمال کیا جا سکتا ہے۔اس کے بعد اس میں مزید کہا گیا ہے کہ اس طرح کی رضامندی اس وقت تک نہیں دی جائے گی جب تک کہ مرکزی حکومت کو یہ ظاہر نہ ہو کہ حکمران شق (اے) سے (ڈی) کے ذریعہ مقرر کردہ چار شرائط میں سے ایک یا دوسری کو پورا کرتا ہے۔دفعہ 86(3) ضابطہ اخلاق کے تحت کسی غیر ملکی ریاست کے کسی حکمران کی گرفتاری سے منع کرتی ہے اور یہ فراہم کرتی ہے کہ مرکزی حکومت کی رضامندی کے علاوہ اس حکومت کے سکریٹری کی طرف سے تحریری طور پر تصدیق شدہ، ایسے کسی حکمران کی جائیداد کے خلاف کوئی فرمان نافذ نہیں کیا جائے گا۔سیکشن 86(4) سیکشن 86 کے اطلاق کو اس ذیلی سیکشن کی شق (اے) سے (سی) میں مخصوص افراد تک پھیلاتا ہے۔دفعہ 87(b)(1) کے تحت آنے والے مقدمات میں دفعہ 86(1) اور (3) کی توسیع کا نتیجہ یہ ہے کہ مرکزی حکومت کی منظوری کسی بھی سابقہ ہندوستانی ریاست کے حکمران کے خلاف مقدمہ دائر کرنے کی ایک شرط ہے۔یہ وہ تقاضہ ہے جس کی

درخواست گزاراس مقدمے کے سلسلے میں تعمیل نہیں کر سکے ہیں جسے وہ مدعا علیہ نمبر 2 کے خلاف دائر کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں، کیونکہ مرکزی حکومت نے مذکورہ مطلوبہ مقدمے کومنظوری دینے سے انکار کر دیا ہے۔

اب، دفعات کے قانون سازی کے پس منظر میں ان شامل ہیں۔86 اور۔8)7B)اچھی طرح سے جانا جاتا ہے۔موجودہ آئین سے پہلے،کوڈ آف سول پروسیجر کے حصہ IV میں مخصوص معاملات میں مقدمات کے حوالے سے دفعات موجود تھیں۔ان مقدمات کو تین حصوں میں تقسیم کیا گیا تھا۔دفعہ 79 سے 82 میں ولی عہد یا سرکاری افسران کے ذریعے یا ان کے خلاف ان کی سرکاری حیثیت میں مقدمات کا احاطہ کیا گیا ہے۔دفعہ 83 سے 87 غیر ملکیوں اور ہندوستانی ریاستوں کے غیر ملکی حکمرانوں اور حکمرانوں کے ذریعے یا ان کے خلاف مقدمات سے نمٹتی ہے؛ اور دفعہ 88 میں مداخلت شدہ مقدمات کا حوالہ تھا۔آئین کے نافذ ہونے کے بعد،صدر نے ایڈاپٹیشن آف لاآرڈر،1950 کے ذریعے کچھ موافقت کی۔آرٹیکل 372 کے نتیجے میں، ہندوستانی ریاستوں کے غیر ملکی حکمرانوں اور حکمرانوں کوفراہم کردہ تحفظ جاری رہا،اور اسی طرح دفعہ 87(b) کو قانون کی کتاب میں نافذ کیا گیا۔اس قانون سازی کے پس منظر کی روشنی میں ہی درخواست گزاروں کی طرف سے موجودہ کارروائی میں اٹھائی گئی عرضی کا جائزہ لینا ہے۔

جس قانون سازی کے پس منظر کا ہم نے حوالہ دیا ہے اسے تاریخی پس منظر سے الگ نہیں کیا جا سکتا جو مثال کے طور پر آرٹیکل 362 میں پایا جاتا ہے۔اس آرٹیکل میں کہا گیا ہے کہ پارلیمنٹ یا کسی ریاست کے کسی مقنّنہ کے قانون بنانے کے اختیار کا استعمال کرتے ہوئے یا یونین یا کسی ریاست کے ایگزیکٹو پاور کا استعمال کرتے ہوئے، کسی ہندوستانی ریاست کے حکمران کے ذاتی حقوق،مراعات اور وقار کے حوالے سے آرٹیکل 291 کی شق (1) میں مذکور کسی معاہدے یا معاہدے کے تحت دی گئی ضمانت یا یقین دہانی کو مناسب احترام دیا جائے گا۔اس میں ان معاہدوں اور معاہدوں کا حوالہ دیا گیا ہے جو مرکزی حکومت اور ہندوستانی

شہزادوں کے درمیان کیے گئے تھے، اس سے پہلے کہ تمام ہندوستانی ریاستیں سیاسی طور پر باقی ہندوستان کے ساتھ مکمل طور پر ضم ہو گئیں۔ سابق ہندوستانی ریاستوں کے حکمرانوں کو جو استحقاق دیا گیا ہے اس کی ابتدا ان معاہدوں اور معاہدوں میں ہے۔ مراعات میں سے ایک اضافی علاقائیت اور شہری دائرہ اختیار سے استثنیٰ ہے سوائے مرکزی حکومت کی منظوری کے۔ یہ خیال کیا جاتا تھا کہ ملک کی آزادی سے قبل ہندوستانی ریاستوں کے غیر ملکی حکمرانوں اور حکمرانوں کی طرف سے جس استحقاق کا دعویٰ کیا جاتا تھا اسے آزادی کے حصول اور ریاستوں کے ہندوستان کا حصہ بننے کے بعد بھی جاری رکھا جانا چاہیے، اور اسی طرح 1951 میں سول پروسیجر کوڈ میں ترمیم کی گئی اور موجودہ دفعہ 86، 87، 87اے اور 87(b) کو موجودہ شکل میں نافذ کیا گیا۔ اس پس منظر کی روشنی میں، یہ دیکھنا مشکل ہے کہ درخواست گزاران میں موجود دفعات کی صداقت کو کس طرح کامیابی سے چیلنج کر سکتے ہیں۔ دفعہ 87(b) ۔ موہن لائی جین () کے معاملے میں اس عدالت نے فیصلہ دیا ہے کہ ہندوستانی ریاستوں کے سابق حکمران خود ہی ایک طبقے کی تشکیل کرتے ہیں اور متنازعہ دفعات کے ذریعے ان کے ساتھ کیے جانے والے خصوصی سلوک کو غیر آئینی امتیازی سلوک پر مبنی نہیں کہا جا سکتا۔ یقیناً سابق حکمرانوں اور ہندوستان کے باقی شہریوں کے درمیان امتیازی سلوک ہے، لیکن یہ امتیازی سلوک اس تاریخی اور قانون سازی کے پس منظر کے حوالے سے جائز ہے جس کا ہم نے ابھی حوالہ دیا ہے۔ اگر ایسا ہے تو اس کے بعد آرٹیکل 19 (1) (ایف) کے ذریعے ضمانت شدہ درخواست گزاروں کے بنیادی حق پر لگائی گئی پابندی کو غیر معقول نہیں کہا جا سکتا۔ زیر بحث پابندی مرکزی حکومت اور ہندوستانی ریاستوں کے سابق حکمرانوں کے درمیان کیے گئے معاہدوں کو درست سمجھنے کی ضرورت اور ہندوستان کے ساتھ ریاستوں کے انضمام سے قبل ہندوستانی ریاستوں اور مرکزی حکومت کے درمیان مذاکرات کے دوران انہیں دی گئی یقین دہانی کو نافذ کرنے کی خواہش کا نتیجہ ہے۔ ہمیں 15 اگست 1947 کے بعد بے مثال تیزی کے ساتھ پیش آنے والے واقعات کو مدنظر رکھنا ہوگا اور ہمیں اس حقیقت کو ذہن میں رکھنا ہوگا کہ مرکزی حکومت کی طرف سے کیے گئے متعلقہ مذاکرات سابق ہندوستانی ریاستوں سمیت پورے ملک کو ایک مرکزی حکومت کے

تحت لانے کے واحد مقصد سے متاثر تھے۔ان واقعات کے تناظر پر غور کرتے ہوئے ،ہمیں نہیں لگتا کہ یہ ماننا ممکن ہوگا کہ مخصوص شقوں کے مطابق کیا گیا ہے۔دفعہ (B)87 مرکزی حکومت کی منظوری کے علاوہ سابق ہندوستانی ریاستوں کے حکمرانوں پر مقدمہ چلانے سے چھوٹ دینا معقول نہیں ہے اور یہ عام لوگوں کے مفاد میں نہیں ہے۔ یہ سچ ہے کہ جہاں تک درخواست گزاروں کا تعلق ہے، پابندی ایک مشکل کام کرتی ہے؛ لیکن مذکورہ سخت جہاز کو دوسرے تحفظات کے خلاف متوازن کرنا جس کا ہم نے ابھی حوالہ دیا ہے، اس دلیل کو برقرار رکھنا مشکل ہوگا کہ اس سیکشن کو خود غیر آئینی سمجھا جانا چاہئے۔

تاہم، اس معاملے سے الگ ہونے سے پہلے، ہم مرکزی حکومت کو مدعو کرنا چاہیں گے کہ وہ سنجیدگی سے غور کرے کہ آیا اجازت دینا ضروری ہے یا نہیں۔دفعہ 87 ہر وقت ممکنہ طور پر کام کرنا۔ ہندوستانی ریاستوں کے حکمرانوں کے ساتھ کیے گئے معاہدوں کو بلاشبہ قبول کرنا پڑ سکتا ہے اور انہیں دی گئی یقین دہانی پر عمل کرنا پڑ سکتا ہے۔لیکن قانون کے سامنے مساوات کے بنیادی اصول کی روشنی میں وسیع پیمانے پر غور کیا جائے تو یہ کچھ عجیب معلوم ہوتا ہے کہ دفعہ 87 بی کو ہر وقت کام کرتا رہنا چاہیے۔ماضی کے لین دین اور لین دین کے لیے، سابقہ ہندوستانی ریاستوں کے حکمرانوں کو جائز طور پر تحفظ دیا جا سکتا ہے؛ لیکن مرکزی حکومت اس سوال کی جانچ کر سکتی ہے کہ آیا 26 جنوری 1950 کے بعد کے لین دین کے لیے، اس تحفظ کی ضرورت ہے یا اسے جاری رکھا جانا چاہیے۔اگر آئین کے تحت تمام شہری برابر ہیں، تو یہ مطلوب ہوسکتا ہے کہ دفعہ 87 بی کے عمل کو ماضی کے لین دین تک محدود رکھا جائے اور باقی شہریوں اور سابق ہندوستانی ریاستوں کے حکمرانوں کے درمیان فرق کی بے ضابطگی کو برقرار نہ رکھا جائے۔وقت گزرنے کے ساتھ، تاریخی تحفظات کی صداقت جس پر سیکشن 87 بی کی بنیاد رکھی گئی ہے ختم ہو جائے گی اور کوڈ آف سول پروسیجر میں مذکورہ سیکشن کا جاری رہنا بعد میں سنگین للکار کے لیے کھلا ہوسکتا ہے۔

اس معاملے کا ایک اور پہلو بھی ہے جس کا ہمیں اس سلسلے میں حوالہ دینا چاہیے۔اس سوال پر غور کرتے ہوئے کہ کیا کسی ایسے شخص کو منظوری دی جانی چاہیے جو کسی سابقہ ہندوستانی ریاست کے حکمران پر مقدمہ کرنے کا ارادہ رکھتا ہے، یہ مشورہ دیا جاتا ہے کہ متعلقہ اتھارٹی عام طور پر، اگر نہیں تو یقیناً، اس طرح کی منظوری کی اجازت دے، کیونکہ موجودہ ترتیب میں یہ بہت تسلی بخش نہیں لگتا ہے کہ دفعہ 87بی کے تحت قانونی چارہ جوئی کی منظوری دینے سے انکار کر کے سابق ہندوستانی ریاست کے حکمران کے خلاف مطلوبہ کارروائی کو دبایا جانا چاہیے۔ جہاں مطلوب مدعیوں کی طرف سے فضول دعوے کیے جاتے ہیں، اسے انکار منظوری دینا جائز ہوسکتا ہے؛ لیکن جہاں کسی شہری اور کسی سابقہ ہندوستانی ریاست کے حکمران کے درمیان حقیقی تنازعات پیدا ہوتے ہیں اور یہ تنازعات، پہلی نظر میں، عدالت میں قابل سماعت معلوم ہوتے ہیں، تو یہ منصفانہ یا منصفانہ نہیں ہوگا کہ مذکورہ شہری کو اپنے تنازعہ سے نمٹنے کے لیے مجاز دائرہ اختیار کی عدالت کو مدعو کرنے سے روکا جائے۔اگر منظوری دینے کے اختیار کا استعمال سمجھدار طریقے سے کیا جاتا ہے اور ان دعووں کو دبانے کے لیے استعمال نہیں کیا جاتا ہے جو دور کی بات نہیں ہیں یا فضول نہیں ہیں، تو یہ درخواست گزاروں کے ذہنوں میں مصنوعی دفعات کے خلاف عدم اطمینان کے بڑھنے کو روک سکتا ہے۔دفعہ 87(b) ۔موجودہ کارروائی میں، یہ ظاہر ہوتا ہے، پہلی نظر میں، کہ درخواست گزاروں کو مرکزی حکومت کی طرف سے ان کے اور مدعا علیہ نمبر 2 کے درمیان تنازعہ پر عدالتی فیصلہ حاصل کرنے کے لیے منظوری دینے سے انکار کے خلاف حقیقی شکایت ہے۔یہ، فطری طور پر مرکزی حکومت کے لیے غور کرنے کا معاملہ ہے۔تاہم، چونکہ درخواست گزار کی اس دلیل کو قبول کرنا ممکن نہیں ہے کہ دفعہ 87(b) غلط ہے، اس لیے ہمیں رٹ پٹیشن کو مسترد کرنے کے علاوہ کوئی متبادل نظر نہیں آتا۔ان حالات میں اخراجات کے حوالے سے کوئی حکم نہیں ہوگا۔

درخواست مسترد کردی گئی۔

Meraj U Din Sofi
2024.04.02 15:04
I attest to the accuracy and
integrity of this document